© rasailojaraid.com

۱۰- فرمان فتحپوری، ڈاکٹر: "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری"، لاہور، مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۷۲ء۔

۱۱- گوکل پرشاد: "ارمغان گوکل پرشاد"، مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۵ء۔

۱۲- محسن لکھنوی، سید محسن علی: "سراپا سخن"، تلخیص و ترتیب از ڈاکٹر اقتدا حسن، لاہور، اظہار سنز، ۱۹۷۰ء۔

۱۳- مصحفی، غلام ہمدانی: "ریاض الفصحا" (عکسی طباعت)، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکیڈمی، ۱۹۸۵ء۔

۱۴- مظفر حسین صبا گوپاموی: "تذکرہ روز روشن"، تلخیص و ترجمہ عطا کاکوی، پٹنہ، ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، ۱۹۶۸ء۔

۱۵- نساخ، عبدالغفور: "سخن شعرا" (عکسی طباعت)، لکھنؤ اتر پردیش اکیڈمی، ۱۹۸۲ء۔

(۲)

۱- امیر احمد علوی: "حیات مصحفی"، مشمولہ "یادگار مصحفی"، کراچی، انجمن سادات امروہہ۔

۲- ظفر اقبال، ڈاکٹر: "آشیانۂ ادب کے مخطوطات" مشمولہ قومی زبان کراچی، بابت نومبر ۱۹۸۵ء۔

(۳)

۱- دیوان شعور، عکسی نقل: مملوکہ راقم الحروف (قلمی مخزونہ آشیانۂ ادب)۔

۲- گارسیں دتاسی: "تاریخ ادب ہندستانی"، مترجم و مرتبہ سکستان للیان نذرو، جلد اول، ٹائپ شدہ، مخزونہ کتب خانہ جامعہ کراچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر سید عطا الرحیم :

تحقیقی مقالات کی تکنیک : چند غور طلب باتیں

میرے اس مضمون کا تعلق پاکستان کی یونیورسٹیوں میں فنون سے متعلق پی ایچ ڈی اور ایم فل کے لیے لکھے جانے والے مقالات کی تکنیک سے ھے۔ سب سے پہلے تحقیقی مقالے کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ھوں۔

مقالے کی سب سے اھم چیز اس کے موضوع کا انتخاب ھے۔ اگر صحیح طور پر موضوع کا انتخاب ھوجائے تو گویا آدھا کام ھوگیا (یہ بات تحقیقی مضامین کے لیے بھی درست ھے)۔ اس سلسلے میں خاطرخواہ توجہ نہیں دی جاتی۔ اردو میں تحقیقی مقالات کے لیے جس قسم کے موضوعات منتخب کیے گئے ھیں، یہ بات اُن پر بھی صادق آتی ھے۔ بڑی خامی یہ ھے کہ موضوعات ایسے پھیلے ھوئے ھیں کہ ان میں سے ھر ایک پر کئی مقالے لکھے جا سکتے ھیں، یا پھر ان پر کئی جلدوں میں کام ھوسکتا ھے۔

پھیلاؤ پر قابو پانے کے لیے سب سے پہلے زمانے کا تعین ضروری ھے۔ اگر موضوع کئی کئی صدیوں پر پھیلا ھوا ھوگا تو موضوع کا حق کیونکر ادا ھوسکتا ھے؟

دوسری ضروری چیز یہ ھے کہ مقالے کو مبادیات کے تفصیلی بیان سے گراں بار نہ کیا جائے۔ ایک مقالہ دیکھنے کا اتفاق ھوا جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اردو افسانے کا نفسیاتی تجزیہ موضوع تحقیق تھا - اس میں تین ماہرین نفسیات فرائڈ، یونگ اور ایڈلر کے تصورات کا طویل ذکر مع ان کی زندگی کے مفصل حالات کے موجود تھا، حالانکہ مقالے کا موضوع اس کا متقاضی تھا کہ اس میں یہ بتانے پر اکتفا کیا جاتا کہ ان ماہرین نفسیات نے ہمارے اردو کے افسانہ نگاروں کو کس طرح متاثر کیا اور انہوں نے ان تصورات کو اپنے افسانوں میں کس طرح سمویا -

موضوع کے انتخاب سے متعلق، میں ایک مثال مغرب کی ایک یونیورسٹی کی پیش کروں گا - میرے ایک ساتھی لیڈز یونیورسٹی میں انگریزی میں " ہیمنگ وے " پر کام کرنا چاہتے تھے، لیکن موضوع ان کے ذہن میں پورے طور پر متعین نہیں تھا - ان کے رھنما نے مشورہ دیا کہ چند بنیادی کتابیں اچھی طرح پڑھنے کے بعد موضوع محدود اور متعین کرلیں - چنانچہ انہوں نے ہیمنگ وے کی تصانیف میں صرف قسمت (Fate) کے مسئلے کو لیا اور اس پر اپنا مقالہ پیش کیا جو پسند کیا گیا -

موضوع کے سلسلے میں ایک مثال میں اپنی پیش کرتا ھوں - پی ایچ ڈی کے لیے میرا مجوزہ موضوع تھا منطقی ایجابیت اور ما بعدالطبیعیات (Logical Positivism & Metaphysics) یہ بہت بڑا موضوع تھا اور اس کی جہت بھی متعین نہیں تھی - هل یونیورسٹی (انگلستان) میں میرے رھنما پروفیسر وائٹ نے اس کو ایک جہت دے دی - اب منطقی ایجابیت والوں نے ما بعدالطبیعیات پر جو تنقید کی تھی، مجھے اس کا دفاع کرنا تھا اور ان کے اعتراضات کا مدلل جواب دینا تھا - اس میں ما بعدالطبیعیات کی ایک نئی تعریف بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مل گئی اور آخر میں ایک ما بعدالطبیعیاتی مسئلے (روح کی لافانیت) کو بھی پیش کیا گیا ۔

اس مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک بڑے پھیلے ہوئے موضوع کو کیسے ذیلی موضوعات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے بنیادی شرط ہے کہ کام ایک نئے انداز میں کیا جائے، اس میں کوئی نئی بات کہی جائے جو اہم اور وزنی ہو۔ اگر اس موضوع پر پہلے بھی کام ہوا ہے تو اس میں گنجائش رہتی ہے کہ اس میں اضافہ کیا جائے یا اسے بالکل نئے انداز میں پیش کیا جائے۔

مقالے کے موضوع کے سلسلے میں، میں نے جب فنون کے ایک استاد سے بات کی کہ اتنے بڑے (پھیلے ہوئے) موضوعات کیوں چنے جاتے ہیں جن پر ایک نہیں کئی پی ایچ ڈی کے مقالے تیار کرائے جا سکتے ہیں، تو انھوں نے توجیہ کے طور پر کہا کہ چونکہ بہت سا بنیادی کام نہیں ہوا ہے، اس لیے ایسے موضوعات لیے جاتے ہیں تاکہ بنیادی مواد جمع ہوجائے، اس کے بعد ذیلی عنوانات پر بھی کام ہوگا۔ میں نے کہا کہ یہ طریقۂ کار مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ بڑے (پھیلے ہوئے) موضوعات میں ایک سرسری سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے، مواد بھی بالکل اوپری سطح کا جمع ہو پاتا ہے، اس کے برعکس اگر کسی بڑے موضوع کو ذیلی موضوعات میں تقسیم کیا جائے تو اس سے گہرائی اور گیرائی حاصل ہوگی۔

ایک بڑی خامی مقالات میں مواد کی پیشکش کی ہے، مقالہ نگار ضروری اور غیرضروری مواد میں تمیز نہیں کرپاتے۔ ایک موضوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر جو کچھ مل جائے اسے بغیر کسی ترتیب یا نظام کے، جمع کردیتے ہیں - اس وجہ سے مقالے کی ضخامت کبھی کبھی تو ۸۰۰ صفحات تک بڑھ جاتی ہے- پی ایچ ڈی کے مقالے کو کسی صورت میں ۲۰۰، ۲۵۰ صفحات سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے- سائنس کے موضوعات میں یہ صفحات ۱۰۰، ۵۰ تک ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہاں کسی خاص نظریے پر کام ہوتا ہے اور اس کے لیے تجرباتی مواد مہیا کیا جاتا ہے۔

جن مقالات میں تمام کا تمام دستیاب مواد جمع کردیا جاتا ہے، اسے کسی نظام یا تصور کے تحت منتخب کر کے جمع نہیں کیا جاتا، مثلاً کسی تقریر کا حوالہ دیا تو پوری تقریر لکھ دی، حالانکہ چند ہی جملے مطلب کے ہونگے، تو لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ مقالے کی ضخامت بڑھ جائے گی لیکن افادیت گھٹ جائے گی- یہی وجہ ہے کہ بعض مضامین کے، جن میں اردو بھی شامل ہے بہت کم مقالے چھپ سکتے ہیں کیونکہ اگر ان کو چھاپا جائے تو ان کی ضخامت کو کم کرنا پڑے گا اور یہ کام خود پی ایچ ڈی کے نئے مقالے کی طرح محنت طلب ہوگا-

میرے خیال میں اردو میں اس انداز پر کام ہوسکتا ہے، مثلاً کوئی اسکالر ایک کثیرالجہات مصنف کو موضوع تحقیق بنانا چاہتا ہے تو یہ ایک موضوع بن تو سکتا ہے، لیکن اگر صرف کسی ایک جہت میں اس کے کارناموں کی تحقیق کی جائے تو یہ ذیلی موضوع ایک بہتر موضوع ہوگا- غالب کے خطوط پر ایک پی ایچ ڈی نہیں بلکہ بہت سے پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جاسکتے ہیں کیونکہ ان میں بہت سے پہلو پوشیدہ ہیں-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک مقالے کی ہئیت (Form) کا تعلق ہے، اس کے لیے کئی کتابیں ہیں جن سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم کتاب ترابیان کی ہے[1] جس میں وہ تمام ضروری باتیں آگئی ہیں جن کو نظر میں رکھنے کی ضرورت مقالہ لکھتے وقت ہوتی ہے، یعنی مقالے کے موضوع کو مختلف ابواب میں کیسے تقسیم کیا جائے، حوالے کس طرح دیے جائیں، حوالوں میں ضروری حصہ متن میں شامل ہو، باقی کو پاورقی حوالوں میں یا ضمیمے میں دیا جائے، اقتباسات کس طرح درج کیے جائیں اور ان کو متن میں کس طرح لکھا جائے، مقالے کو مربوط شکل کس طرح دی جاسکتی ہے، ایک باب کو دوسرے باب اور ایک بحث کو دوسری بحث سے متعلق ہونا چاہیے، مقالے کا ایک ارتقائی عمل ہونا چاہیے، آخر میں کتابیات کو کس طرح پیش کیا جائے۔

کتابیات میں بھی رطب و یابس نہیں ہونا چاہیے، صرف متعلقہ اہم اور مستند کتابوں کو جگہ دینی چاہیے۔ اور ماخذ کی اقسام پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

ماخذ دو قسم کے ہوتے ہیں، بنیادی ماخذ، دوسرے ثانوی ماخذ۔ مقالے کی بنیاد، بنیادی ماخذوں پر رکھی جاتی ہے، ثانوی ماخذوں سے صرف مدد لی جاتی ہے، ان پر بنیاد نہیں رکھی جاتی۔

مقالے کے لیے مواد جمع کرنا ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کو مختلف انداز میں جمع کیا جاتا ہے۔ ایک عام انداز تو کارڈ سسٹم ہے۔ حسب ضرورت مباحث اور ابواب یا مسائل کے

---

1. Kate L. Turabian: "A Manual for Writers of Dissertations", Chicago, University of Chicago Press, 1954.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحت یہ کارڈ بنائے جا سکتے ہیں اور ان پر ماخذ کے کوائف بھی درج کئے جاتے ہیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ کاپیاں لے کر مقالے کے مختلف ابواب سے متعلق مواد جمع کیا جاتا ہے۔

مواد جمع کرنے کے لیے پہلے کتاب پر ایک سرسری نظر ڈالیں۔ کچھ اہم نکات نوٹ کرلیں یا ذہن نشین کرلیں دوسری بار اس کتاب کو بغور پڑھیں اور تب اس کے نوٹس لیں۔ خاص طور سے اگر کسی باب کو لکھ رہے ہوں تو یہ بہت ضروری ہے۔ جب کسی باب سے متعلق مواد جمع ہوجائے تو اس کو چھانٹیں اور ترتیب دیں، پھر مقالے میں پیش کریں۔

مقالے کا موضوع ابتدا میں تو کچھ ہوتا ہے، لیکن جیسے جیسے کام بڑھتا ہے، اس میں جزوی ترمیم (Modification) کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ مقالے کے اختتام پر ہی موضوع کی ایک حتمی صورت بنتی ہے۔ اس لیے ہمارے خیال میں رہنما کی سفارش سے اس حتمی مرحلے پر بھی موضوع میں مناسب جزوی ترمیم کی گنجائش پی ایچ ڈی اور ایم فل کے قواعد و ضوابط میں رکھی جائے تو بہتر ہوگا، تاکہ تحقیقی کام اپنے منطقی انجام کو پہنچے اور اس میں رخنہ نہ پڑے۔

اِنھی گذارشات پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

——

© rasailojaraid.com